AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مشرکین عرب کے دعویٰ حنیفیت کی حقیقت اور اس کا رد

THE REALITY OF THE ARAB POLYTHEISTS' CLAIM TO HANIFIYYAH AND ITS REFUTATION

Muhammad Qasim Hafeez
Lecturer of Islamic Studies at Govt Degree College of Special Education,Dera Ghazi Khan
M. Phil From Punjab University Lahore
muhammadqasim00127@gmail.com

Abstract:

Before the advent of Islam, Arab society was engulfed in a state of intellectual and doctrinal confusion. On one hand, there were faint memories of the ancient Abrahamic teachings, and on the other, there prevailed the overwhelming darkness of polytheism, ignorance, idolatry, and superstitions. In such a milieu, certain Arab tribes and their religious leaders claimed to be Hanif—true followers of the religion of Prophet Ibrahim (Abraham, peace be upon him). They asserted that their beliefs and mode of worship represented the true Abrahamic tradition, maintaining that their idolatry was merely a means of seeking nearness to God, rather than the essence of worship itself.This claim stands in stark contradiction to the teachings of the Qur'an, and is baseless both historically and theologically. The Qur'an categorically rejects the polytheists' claim to Hanifiyyah on numerous occasions and clarifies the monotheistic creed of Ibrahim (peace be upon him), which leaves no room whatsoever for associating partners with Allah.

This article is written in pursuit of exposing this intellectual fallacy. It aims to examine, in the light of the Qur'an and Sunnah, the biography of the Prophet (peace be upon him), and authentic historical evidence, the reality behind the polytheists' claim to Hanifiyyah. The goal is to refute their false premises and demonstrate that true Hanifiyyah is defined by pure monotheism and complete disavowal of shirk (polytheism). It will also be established that the religion of the pre-Islamic polytheists was not the religion of Ibrahim (peace be upon him), but a corrupted version tainted by self-invented rituals and false beliefs.This critical analysis will draw not only upon the Qur'an and Hadith, but also delve into historical sources, pre-Islamic relics, and the religious and social traditions of Arab society. It will make clear to readers that the polytheists' claim to Abrahamic legacy was nothing more than an illusion—devoid of any truth or authenticity.

Keywords: Qur'anic Rebuttal of Shirk, Corrupted Abrahamic Faith, False Abrahamic Legacy, Idolatry in Arabia, Shirk (Polytheism), Claim to Hanifiyyah

اسلام کی آمد سے قبل عرب معاشرہ ایک فکری واعتقادی انتشار کا شکار تھا۔ایک طرف قدیم ابراہیمی تعلیمات کی دھندلی یادیں تھیں، تو دوسری طرف شرک، جاہلیت، بت پرستی، اور توہمات کی گھٹاٹوپ تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ایسے میں بعض عرب قبائل اور ان کے مذہبی پیشوااپنے آپ کو "حنفاء" یعنی دین ابراہیمی کے سچے پیروکار قرار دیتے تھے۔ وہ دعویٰ کرتے تھے کہ ان کا عقیدہ اور طرزِ عبادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی حقیقی نمائندگی کرتا ہے، اور ان کے نزدیک بت پرستی صرف "تقرب" کے لیے ہے، نہ کہ عبودیت کی اصل روح کے لیے۔ یہ دعویٰ نہ صرف قرآن مجید کی تعلیمات کے صریح خلاف ہے بلکہ تاریخی، عقلی اور دینی اعتبار سے بھی بے بنیاد ہے۔ قرآن نے مشرکین عرب کے اس دعوئ حنیفیت کو متعدد مقامات پر سختی سے مسترد کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید پر مبنی تعلیمات کو واضح کیا جن میں شرک کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ یہ مضمون اسی فکری مغالطے کے تعاقب میں لکھا جارہا ہے، تاکہ ہم قرآن وسنت، سیرت، اور مستند تاریخی حوالہ جات کی روشنی میں مشرکین عرب کے دعوئ حنیفیت کی حقیقت کو بے نقاب کریں، اس کے باطل اصولوں کو رد کریں، اور یہ واضح کریں کہ اصل حنیفیت، خالص توحید، اور شرک سے مکمل بیزاری کا نام ہے۔ یہ بھی ثابت کیا جائے گا کہ مشرکین کا دین، دینِ ابراہیمی نہیں بلکہ ایک مسخ شدہ عقیدہ تھا جسے انہوں نے خود ساختہ رسوم اور باطل نظریات سے آلودہ کر دیا تھا۔اس تجزیے میں نہ صرف قرآن وحدیث سے استدلال کیا جائے گا، بلکہ تاریخی شواہد، آثارِ جاہلیت، اور عرب معاشرتی و مذہبی روایات کا گہرا مطالعہ پیش کیا جائے گا تاکہ قارئین پر واضح ہو کہ مشرکین عرب کا دعوئ حنیفیت محض فریبِ نظر تھا، نہ کہ سچائی پر مبنی کوئی حقیقت۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا میں ظہور ہوا تو اگر ہم اس وقت کا مشاہدہ کریں تو ہمیں اس وقت یہود، عیسائی، صابی وغیرہ دین کے علمبردار نظر آتے ہیں مگر حقیقت بات یہ ہے کہ یہ تمام ادیان اپنی اصل سے ہٹ چکے تھے اور ان کے اصلی دین میں کافی تحریفات ہو چکی تھیں، اسی طرح عرب کا بہت بڑا دین بت پرستی تھا جو کہ خود کو دین ابراہیمی کے پیروکار سمجھتے تھے مگر وہ عقائد کے ساتھ ساتھ دوسری اخلاقی برائیوں میں بھی مبتلا تھے، لہذا ان کی اصلاح کے لیے بعثت نبوی کی سخت ضرورت تھی جو کہ ان کو ظلمات سے نکال کر روشنیوں کی طرف لائے۔ چنانچہ سب سے پہلے عرب کے ان عقائد کو بیان کیا جائے گا اور اس پر تفصیلی بحث ہو گی۔

اگر ظہور اسلام سے پہلے عرب کی اجتماعی، سیاسی اور ثقافتی زندگی کا بغور جائزہ لیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس وقت عرب میں دین کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی، بلکہ دین صرف رسومات کا مجموع تھا۔ بلکہ ان میں دین سے بڑھ کر اپنی اجتماعی زندگی جس میں شعر و شاعری شامل تھی کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ اگر ان کے ہاں کوئی شاعر پیدا ہو جاتا تو وہ اس پر بے حد خوشی کا اظہار کرتے۔ جس کو نکلسن نے اپنی کتاب میں اس طرح بیان کیا ہے۔

> When there appeared a poet in a family of the Arabs, the other tribes round about would gather together to that family and wish them joy of their good luck. Feasts would be got ready, the women of the tribe would join together in bands, playing upon lutes, as they were wont to do at bridals, and the men and boys would congratulate one another; for a poet was a defence to the honour of them all, a weapon to ward off insult from their good name, and a means of perpetuating their glorious deeds and of establishing their fame for ever. And they used not to wish one another joy but for three things- the birth of a boy, the coming to light of a poet, and the foaling of a noble mare[1]."
>
> جب عربوں کے کسی خاندان میں کوئی شاعر کا ظہور ہوتا تو ارد گرد کے دوسرے قبیلے اس خاندان کے پاس جمع ہوتے اور ان کی خوش نصیبی کی دعا کرتے۔ عید کا سا ماحول ہوتا، قبیلے کی عورتیں ایک جگہ جمع ہو جاتیں، جھولیاں بچھاتیں، جیسا کہ وہ دلہنوں کے ساتھ کرتے تھے، اور مرد اور لڑکے ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے۔ کیونکہ ایک شاعر ان سب کی عزت کا دفاع تھا، ان کی نیک نامی کی توہین سے بچنے کا ہتھیار تھا، اور ان کے شاندار کاموں کو دوام بخشنے اور ان کی شہرت کو ہمیشہ کے لیے قائم کرنے کا ذریعہ تھا۔ اور وہ ایک دوسرے کی خوشی کی خواہش نہیں کرتے تھے لیکن تین چیزوں کے لیے—ایک لڑکے کی پیدائش، ایک شاعر کے لیے، اور ایک عظیم گھوڑی کے لیے۔"

عقیدہ توحید

مشرکین عرب کے شرک کا اگر ہم بغور مشاہدہ کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مشرکین عرب کا شرک کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار نہیں کرتے تھے اور نہ ہی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا سمجھتے تھے بلکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق سمجھتے تھے، جب آپ نے ان سے کوہ صفا پر استفسار کیا تو سب نے کہا کہ ہم نے آپ کو جھوٹا نہیں پایا، اسی طرح بناء کعبہ کے وقت بھی تمام لوگوں نے آپ کے ثالث ہونے پر اعتماد کیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان کے شرک کی اصل وجہ کیا تھی۔ مشرکین کے شرک کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے کہ معبود صرف ایک ہی ہے بلکہ معبود ایک سے زیادہ ہیں جس کو قرآن میں ان کے موقف کو اس طرح بیان کیا گیا۔

(اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ)[2]

کیا اس نے سارے معبودوں کو ایک ہی معبود میں تبدیل کر دیا ہے؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

---

[1] Nicholson, Reynold A, Literary History of the Arabs, Curzon press, England,published 1995, p, 71

[2] Ṣād 38:5

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ولید بن مغیرہ کی سربراہی میں چند لوگ جن کی تعداد چالیس تھی وہ ابو طالب کے پاس جمع ہوئے اور ابو طالب سے کہا کہ آپ ہمارے سردار ہیں چنانچہ ہمارا اور محمد کا تصفیہ کرا دیں جس پر ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور ان کو کہا کہ یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں ان کی بات سنو، چنانچہ قوم نے کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دو اور ہم تمہارے خدا کو۔ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں آپ کو ایک ایسی بات کہتا ہوں جس کو اگر تم مان لو تو تم سردار بن جاؤ گے، جس پر ابو جہل نے کہا کہ وہ کیا بات ہے جس پر حضور نے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہو، جس پر تمام لوگ اٹھ کر چلے گئے اور ایک خدا پر تعجب کیا۔[3]

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ[4]

اور ان میں سے سردار لوگ یہ کہہ کر چلتے بنے کہ: چلو، اور اپنے خداؤں (کی عبادت) پر ڈٹے رہو یہ بات تو ایسی ہے کہ اس کے پیچھے کچھ اور ہی ارادے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداران قریش کو کہا کہ لا الہ الا اللہ کہو تو اس پر تمام سرداروں نے کہا کہ چلو یہاں سے نکلو۔ اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ کوئی بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر ان سے متاثر ہو کر اسلام قبول نہ کرلے بلکہ اپنے شرک پر ڈٹے رہیں۔[5]

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ[6]

اور اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ اس کے باوجود کوئی انہیں کہاں سے اوندھا چلا دیتا ہے؟

اس سے مقصود ان کو اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ جب وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ انہیں اور زمین و آسمان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو پھر کیوں وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور پتھروں کے آگے سر جھکاتے ہیں اور اپنی حاجات و ضروریات کو ان پتھروں کے سامنے پیش کرتے ہیں، اسی طرح مشکلات و مصائب میں بھی انہی کو پکارتے ہیں۔[7] اسی طرح یہ بھی کفار کے حال پر تعجب ہے کہ وہ اللہ دوسروں کو اللہ کے مقابل شفاعت کا حق دار سمجھتے تھے۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو کہتے ہیں کہ اللہ نے، چنانچہ اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد ان کی مت ماری گئی ہے کہ وہ اللہ کے مقابل اس کی مخلوق کی عبادت کرتے ہیں اور انہی کو شفاعت کے لیے اللہ کے ہاں پیش کرتے ہیں۔[8]

---

[3] ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی، *معالم التنزیل*، جلد 4 (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1417ھ)، صفحہ 42۔
Abu Muhammad Husayn ibn Mas'ūd al-Farrā' al-Baghawī, *Ma'ālim al-Tanzīl*, vol. 4 (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 1417 AH), 42.

[4] ایضا: ص 45
Ibid., 45.

[5] امین احسن اصلاحی *تدبر قرآن*، جلد 6 (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 2006)، صفحہ 514۔
Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Tadabbur-e-Qur'ān, vol. 6 (Lahore: Fārān Foundation, 2006), 514.

[6]۔ الزخرف: ٤٣/٨٧
Sūrat al-Zukhruf 43:87

[7] غلام رسول سعیدی، *تبیان القرآن*، جلد 10 (لاہور: فرید بک اسٹال، 2012)، صفحہ 731۔
Ghulām Rasūl Sa'īdī, *Tibyān al-Qur'ān*, vol. 10 (Lahore: Fareed Book Stall, 2012), 731.

[8] ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی، *معالم التنزیل*، جلد 4 (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1417ھ)، صفحہ 42۔
Abu Muhammad Husayn ibn Mas'ūd al-Farrā' al-Baghawī, *Ma'ālim al-Tanzīl*, vol. 4 (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 1417 AH), 42.

قُلۡ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اَمَّنۡ يَّمۡلِكُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَمَنۡ يُّخۡرِجُ الۡحَىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَىِّ وَمَنۡ يُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ‌ؕ ۔فَسَيَقُوۡلُوۡنَ اللّٰهُ‌ ۚ ۔فَقُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ[9] ۔

(اے پیغمبر! ان مشرکوں سے) کہو کہ: ‘ ‘ کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے؟ یا بھلا کون ہے جو سننے اور دیکھنے کی قوتوں کا مالک ہے؟ اور کون ہے جو جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے باہر نکال لاتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کا انتظام کرتا ہے؟” تو یہ لوگ کہیں گے کہ: ‘ ‘ اللہ! تو تم ان سے کہو: ‘ ‘ کیا پھر بھی تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ماننے کے ساتھ ہی اس کی الوہیت کا انکار کرتے تھے،چنانچہ یہ عجیب بات ہے کہ اللہ کی ذات نے تمام مخلوقات،جن وانس،پہاڑ،میدان،خوبصورت سبزے،ہر قسم کے پھل اور باقی تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے تو کیا وہ ذات عبادت کے لائق نہیں اور وہ مخلوق جس کو اس نے پیدا کیا ہے وہ کس طرح عبادت کے لائق ہو سکتے ہیں۔

قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَرَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ‌ ؕ ۔قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ‌ ؕ ۔قُلۡ فَاَنّٰى تُسۡحَرُوۡنَ[10].

کہو کہ: سات آسمانوں کا مالک اور عالی شان عرش کا مالک کون ہے؟ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ: یہ سب کچھ اللہ کا ہے۔ کہو کہ: کیا پھر بھی تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ کہو کہ: کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اختیار ہے، اور جو پناہ دیتا ہے، اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا؟ بتاؤ اگر جانتے ہو۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ: سارا اختیار اللہ کا ہے۔ کہو کہ: پھر کہاں سے تم پر کوئی جادو چل جاتا ہے؟

ان آیات میں کہا گیا ہے کہ ان سے سوال کریں کہ اوپر کی مخلوقات یعنی آسمانوں کا خالق کون ہے۔ مشرکین مکہ جس طرح زمین کا خالق ومالک اللہ کو سمجھتے تھے،اسی طرح وہ آسمانوں کا خالق بھی اللہ ہی کو سمجھتے تھے،وہ دوسری قوموں کی طرح زمین وآسمان کے علیحدہ علیحدہ خالق ومالک کے قائل نہیں تھے۔ چنانچہ جب ان سے یہ سوال کیا جائے گا تو وہ یہی کہیں گے کہ زمین کی طرح آسمان کا خالق بھی اللہ ہی ہے،تو ان سے کہہ دیں کہ اگر زمین وآسمان کا خالق اللہ ہی ہے تو پھر بھی تم لوگ اس کی خدائی میں دوسرے لوگوں کو شریک کیوں کرتے ہو۔ اگلی آیت میں ملوکیت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے زمام کار یعنی اگر آپ ان سے سوال کریں گے کہ وہ کون ہے جس کے پاس تمام اختیارات ہیں اور وہ جس کو چاہے پناہ دے سکتا ہے اور اگر کسی کو سزا دینا چاہے تو کوئی اس کو اس سے نہیں بچا سکتا تو اس کا جواب بھی وہ یہی دیں گے کہ تمام اختیارات اللہ ہی کے پاس ہے۔ چنانچہ وہ بتوں کے بارے میں بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ وہ اللہ کے مقابل ان کو بچا سکتے ہیں بلکہ وہ فرشتوں کی پرستش بھی اسی لیے کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کے چہیتے ہیں اور وہ ان کی وجہ سے عذاب سے بچ جائیں گے۔[11]

---

[9]-یونس: ۳۱/۱۰

Surah Yūnus 10:31

[10]-المؤمنون: ۸۶/۲۳-۸۹

Surah al-Mu’minūn 23:86–89.

[11]امین احسن اصلاحی *تدبر قرآن*، جلد 5 (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 2005)، صفحات 340

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

(اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ فِیۡ مَا ہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ)[12].

یاد رکھو کہ خالص بندگی اللہ ہی کا حق ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کے بجائے دوسرے رکھوالے بنا لیے ہیں (یہ کہہ کر کہ :) ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں ان کے درمیان اللہ ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ یقین رکھو کہ اللہ کسی ایسے شخص کو راستے پر نہیں لاتا جو جھوٹا ہو، کفر پر جما ہوا ہو۔

یہاں للہ الدین الخالص سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جبکہ بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دین خالص کا حقدار اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے، اور بعض نے کہا کہ ایسا دین جو کہ بتوں سے پاک ہو اور وہی اللہ کے لیے ہے۔ اسی طرح جب مشرکین مکہ سے کہا جاتا کہ تمہارا رب کون ہے اور کس نے تمہیں پیدا کیا اور زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ کہتے تھے کہ اللہ نے ان سب کو پیدا کیا ہے تو ان سے کہا جاتا کہ پھر تم ان بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو تو وہ اس کے جواب میں کہتے کہ ہم اس لیے ان کی پوجا کرتے ہیں کیونکہ یہ ہمیں خدا کے قریب کرتے ہیں۔[13]

(وَ یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّہُمۡ وَ لَا یَنۡفَعُہُمۡ وَ یَقُوۡلُوۡنَ ہٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ قُلۡ اَتُنَبِّـُٔوۡنَ اللّٰہَ بِمَا لَا یَعۡلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ)[14].

اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان (من گھڑت خداؤں) کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں، نہ ان کو کوئی فائدہ دے سکتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: ’’ کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دے رہے ہو جس کا کوئی وجود اللہ کے علم میں نہیں ہے، نہ آسمانوں میں نہ زمین میں؟‘‘ (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ ان کی مشرکانہ باتوں سے بالکل پاک اور کہیں بالا و برتر ہے۔

اس آیت میں مشرکین مکہ کا رد بہت سخت الفاظ میں کیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تاکہ یہ ہماری سفارش کریں تو ان کو یہ جواب دیا گیا کہ کیا تم اللہ کو اس بات کی خبر دے رہے ہو کہ اس کے سامنے کوئی سفارش کرنے والا ہو گا حالانکہ اللہ نے کسی کی سفارش قبول کرنے کا کوئی وعدہ نہیں کیا یا تم یہ خبر دے رہے ہو کہ اس کے مقابل کوئی اور بھی عبادت کے لائق ہے۔

Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, *Tadabbur-e-Qur'ān*, vol. 5 (Lahore: Fārān Foundation, 2005), 340.

12۔ الزمر: ۳/۳۹

Surah al-Zumar 39:3.

13ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی، *معالم التنزیل*، جلد 4(بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1417ھ)، صفحہ 61

Abu Muhammad Husayn ibn Mas'ūd al-Farrā' al-Baghawī, *Ma'ālim al-Tanzīl*, vol. 4 (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1417 AH), 61.

14۔ یونس: ۱۸/۱۰

Surah Yūnus 10:18.

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کفار مکہ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ہم اس قابل نہیں ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی براہ راست عبادت کریں بلکہ ہم تو ان بتوں کی عبادت کریں گے جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارشی ہوں گے، اس بارے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ہر روح کے مقابل ایک بت ہے اور ایک سب سے بڑا بت ہے جو کہ تمام ارواح کی سفارش کرے گا تو پھر انہوں نے اس کی پوجا شروع کر دی جبکہ بعض کے نزدیک اولیاء اور متقی اور انبیاء ان کے سفارشی ہوں گے تو انہوں نے ان کے بت تراش کر ان کی پرستش شروع کر دی، جبکہ بعض کا خیال یہ ہے کہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نور ہے اور فرشتے بھی نور سے پیدا کیے گئے ہیں تو انہوں نے فرشتے کے بت تراش لیے اور ان کی عبادت شروع کر دی۔[15]

عبادات

جیسا کہ ہم اوپر تفصیلا بیان کر چکے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عرب اللہ تعالیٰ کے وجود کے تو قائل تھے مگر اس کے ساتھ وہ اللہ کی ذات وصفات میں شرک بھی کرتے تھے، بت پرستی کی یہ ابتدا ان میں عمرو بن لحی نے کی، ظہور اسلام سے قبل عرب میں مختلف قسم کے مذاہب پائے جاتے تھے، جن میں بعض صائبین، یہودی، نصرانی وغیرہ موجود تھے، پچھلے باب میں حنفاء عرب کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔ اس باب مشرکین عرب کے عقائد اور عبادات پر تفصیلی بیان ہو گا۔

تصور عبادات و پرستش

ہر مذہب میں مختلف قسم کے عقائد و نظریات ہوتے ہیں، جو کہ اس مذہب کی بنیاد ہوتی ہے مگر اہل عرب کے کوئی خاص عقائد و نظریات نہیں تھے بلکہ انہوں نے دوسری اقوام کو دیکھ کر ان سے متاثر ہو کر بتوں کی پرستش شروع کر دی، عرب تمام قدیم اقوام کی طرح ادراک حسی کے درجے سے آگے نہیں بڑھ سکے، چنانچہ تحفے، نذریں، مقربین اور علمی شعائر دینی ان کی مذہبی رسومات تھیں۔ عرب چونکہ عقلیت کے ابتدائی مراحل پر تھے اسی لیے ان میں ایمان اور عقیدہ کم اور عمل زیادہ تھا، یعنی ان میں رسم و رواج، شعائر وغیرہ پر زور دیا جاتا تھا جبکہ شریعت کا فقدان تھا۔[16]

ان کے ہاں مختلف قسم کے معبود پائے جاتے تھے، جن سے وہ جنگ اور صلح میں مدد طلب کرتے تھے، ان کے سامنے نذر و نیاز کرتے، ان کے ہاں مختلف قسم کی قربانیاں پیش کرتے تا کہ وہ اپنے معبودوں کو خوش کر سکیں۔ ہر قبیلے کا ایک مخصوص دیوتا ہوتا تھا جو ان کی حاجات اور ضروریات کو پورا کرتا تھا۔ البتہ ان تمام بتوں کا مرکز خانہ کعبہ تھا جہاں تقریباً تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔

ان کے مقامات مقدسہ اور ان معبودوں کے اندر بھی خاص گوشہ ہوتا، جہاں سے دعا قبول ہونے کی امید ہوتی تھی، اور ان کا عقیدہ تھا کہ ان مقامات سے اپنے معبودوں کو پکارا جائے تو وہ جلدی سنتے ہیں۔ چنانچہ ایسے مقامات جہاں معبودوں نے اپنا ظہور کیا ہو وہ زیادہ تر کنویں کے قریب ہوتے تھے، ان خاص جگہوں پر داخلے کی کچھ شرائط ہوتی تھیں، اور یہ مقامات عرب کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے، اسی طرح ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جو کوئی ان خاص مقامات میں داخل ہو گیا وہ اسی بت کی پناہ میں آ جاتا، پھر نہ تو ان کو کوئی جانور نقصان پہنچا سکتا اور نہ ہی کوئی دوسری مخلوق۔[17]

جب مکہ میں آل اسماعیل کی آبادی بہت زیادہ ہو گئی اور مقامی وسائل ان کی ضروریات کے لیے ناکافی ہو گئے تو یہ لوگ دوسرے علاقوں میں پھیل گئے لیکن کعبہ کی تعظیم کی وجہ سے وہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ کعبہ کا پتھر لے جاتے اور اس پتھر کو نصب کر کے اس کی عبادت کرتے، چنانچہ وقت گزرنے کے ساتھ ان پتھروں نے کعبہ کی جگہ لے لی۔ اور یہ لوگ ان پتھروں کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔[18] چنانچہ یہ لوگ کہتے تھے کہ ہم پتھروں کی پوجا کرتے تھے، اگر ہمیں اس سے کوئی بہتر پتھر مل

---

[15] غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، جلد 5 (لاہور: فرید بک اسٹال، 2012)، صفحہ 341

Ghulām Rasūl Saʿīdī, *Tibyān al-Qur'ān*, vol. 5 (Lahore: Fareed Book Stall, 2012), 341.

[16] عبید اللہ قدسی، تصورات عرب قبل الاسلام (لاہور: اشرف پریس، 1969)، صفحات 72،

ʿUbaydullāh Qudsī, *Taṣawwurāt-e-ʿArab Qabl az al-Islām* (Lahore: Ashraf Press, 1969), 72.

[17] قدسی، عبید اللہ۔ تصورات عرب قبل الاسلام ۔ لاہور: اشرف پریس، 1969۔ ص 56

ʿUbaydullāh Qudsī, *Taṣawwurāt-e-ʿArab Qabl az al-Islām* (Lahore: Ashraf Press, 1969), 56.

[18] محمد رفیق ڈوگر، الامین (لاہور: دید شنید پبلشرز، 2000)، صفحہ 157۔

Muḥammad Rafiq Dogar, *Al-Amīn* (Lahore: Deed Shuneed Publishers, 2000), 157.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جاتاتو ہم پہلے کو چھوڑ دیتے اور نئے کی پرستش شروع کر دیتے، لیکن اگر ہمیں کوئی پتھر نہ ملتا تو ہم مٹی کا ڈھیر جمع کرتے اس پر بکری کا دودھ ڈالتے اور اس کی پرستش شروع کر دیتے۔[19]

عرب کے ہاں جاہلیت میں حج وعمرہ کا رواج عام تھا، یہ لوگ حج وعمرہ کے مختلف ارکان سے بھی واقف تھے، ان لوگوں نے حج میں مختلف قسم کے باطل عقائد و نظریات کو شامل کر دیا تھا، جن میں یہ لوگ ننگے ہو کر طواف کرتے اور طواف کے دوران تالیاں اور سیٹیاں بجاتے تھے، جس کو انہوں نے اپنی حج کا رکن بنادیا تھا جس کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ[20]۔

اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ لہذا (اے کافرو!) جو کافرانہ باتیں تم کرتے رہے ہو، ان کی وجہ سے اب عذاب کا مزہ چکھو۔

اسی طرح جب یہ لوگ منی میں جمع ہوتے تو اپنے باپ، دادا پر فخر کرتے اور ان کے فضائل و مناقب بیان کرتے، جس کو اسلام میں منع کر دیا گیا، چنانچہ قرآن میں ہے۔

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ[21]۔

پھر جب تم اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا اس طرح ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکر کرو۔

تصور خالق

عرب میں چند لوگ توحید پر مکمل طور پر ایمان رکھتے تھے، ان کے علاوہ جو لوگ بت پرست تھے وہ بھی اللہ کے خالق ہونے پر یقین رکھتے تھے جیسا کہ اوپر قرآنی آیات سے اس بات کو واضح کیا گیا ہے، عرب اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ اس زمین و آسمان اور اس کائنات کی تمام اشیاء کا خالق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، مگر اس کے ساتھ ہی وہ تشبیہ کے قائل بھی تھے، ان کے علاوہ بعض لوگ صابی تھے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان میں بھی تصور خدا کافی حد تک موجود تھا جو کہ توحید کی بگڑی ہوئی حالت تھی۔ لہذا اہم بات یہ ہے کہ تمام عرب خدا کے ساتھ دوسرے معبودوں کا نام بھی لیتے تھے مگر عبادت صرف اصنام کی کرتے تھے، تاہم بعض عرب ایسے بھی تھے جو کہ خدا پر مکمل ایمان رکھتے تھے اور خدا کی ذات بارے ان کو کوئی شبہ نہ تھا۔[22]

عرب کے ہاں چونکہ قبائلی سسٹم تھا اور ان کا کوئی خاص مرکز نہیں تھا اسی لیے ہر قبیلے کا الگ ایک مخصوص خدا ہوتا تھا، چنانچہ سیاسی اور اجتماعی زندگی مختلف ہونے کی وجہ سے اور دوسرے ممالک سے ثقافتی طور پر الگ ہونے کی وجہ سے ان کے تصورات عبادت بھی مختلف تھے، ہر قبیلے اور گھر کا الگ خدا ہوتا، چنانچہ قبیلہ طے کا صنم

---

[19] ڈاکٹر ماجد علی، سیرت خاتم النبیین، صفحہ 77۔

Dr. Mājid ʿAlī, *Sīrat Khātam al-Nabiyyīn*, 77.

[20] الانفال: ۸/۳۵

Surah al-Anfāl 8:35.

[21] البقرہ: ۲/۲۰۰

Surah al-Baqarah 2:200.

[22] سید سلمان ندوی، سیرۃ النبی، جلد 4 (لاہور: مکتبہ ندوی، 2007)، صفحات 136، 139۔

Sayyid Salmān Nadwī, *Sīrat al-Nabī*, vol. 4 (Lahore: Maktabah Nadwī, 2007), 136, 139.

فس، ہمدان کا صنم تالب، سبا کا القمہ تھا۔[23] عرب میں متعدد اور مختلف قسم کے دیوتا ہونے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جس طرح دنیا میں مختلف قسم کے شعبہ جات ہیں اسی طرح ان کو چلانے کے لیے بھی مختلف دیوتاؤں کا ہونا ضروری ہے مثلاً سیاست، معیشت، معاشرت، خاندانی نظام وغیرہ کے لیے مختلف خداؤں کا ہونا ضروری ہے۔

عقیدہ ملائکہ

شرک کے ساتھ ساتھ عرب میں جو سب سے بڑی برائی تھی وہ یہ تھی کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے تھے، یہ ایک ایسا عقیدہ تھا جو کہ ان سے پہلے کسی میں موجود نہ تھا۔ چنانچہ مشرکین کے اس عقیدے کو قرآن میں بھی بیان کیا گیا ہے اور کارد کیا گیا ہے۔ قولہ تعالی

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى[24]۔

بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کا زنانہ نام مقرر کرتے ہیں

مشرکین مکہ کی دیگر حماقتوں میں سے ایک حماقت یہ بھی تھی کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں تصور کرتے تھے اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ آخرت کے انجام سے بالکل بے پرواتھے کیونکہ یہ لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے تو اسی لیے ان کو لگتا تھا کہ اب جو بات بھی کریں تو ان کی کوئی بازپرس نہیں ہو گی، کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک عقیدہ آخرت کی کوئی اہمیت نہیں تھی اس لیے جو دل کرتا وہ کہہ دیتے۔[25]

فرشتوں سے متعلق مشرکین مکہ کا عقیدہ یہ تھا کہ ان کی اطاعت اضطراری اور اجباری ہے یعنی ان کو اللہ کی اطاعت پر مجبور کر دیا گیا ہے، اللہ کی اطاعت میں ان کو کسی قسم کا اختیار نہیں دیا گیا۔ اگر انہیں کسی بھی قسم کا اختیار دیا گیا اور اگر قیامت قائم ہو گی تو فرشتے ضرور ہماری سفارش کریں گے۔ اسی کے ساتھ ہی وہ لوگ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں تصور کرتے تھے۔[26]

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْـَٔلُوْنَ[27]

کیا اللہ تعالی نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں تو خود رکھ لیں اور تمہیں بیٹوں سے نوازا۔ اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے عبادت گزار ہیں عورتیں قرار دے لیا۔ کیا ان کی پیدائش کے موقع پر یہ موجود تھے؟ ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے (اس چیز کی) بازپرس کی جائے گی۔

ان آیات میں مشرکین کا دو طرح سے رد کیا گیا ہے ایک یہ کہ اللہ تعالی کی ذات کلی طور پر اولاد سے پاک ہے کیونکہ انسان کی صفات ہیں اور اللہ ایسی صفات سے پاک اور مبرا ہے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ کی اولاد ازل سے اس کے ساتھ ہے تو اس سے تعدد کا معنی نکلتا ہے اور اللہ کی ذات تعدد سے بھی پاک ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مشرکین کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جبکہ وہ اپنے لیے بیٹیوں کو پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ بیٹیوں کو کم تر مخلوق سمجھتے ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ مخلوق کے لیے

---

[23] عبید اللہ قدسی، تصورات عرب قبل الاسلام (لاہور: اشرف پریس، 1969)، صفحہ 36

ʿUbaydullāh Qudsī, *Taṣawwurāt-e-ʿArab Qabl az al-Islām* (Lahore: Ashraf Press, 1969), 36.

[24] ۔نجم: ۲۷/۵۳

Surah al-Najm 53:27.

[25] مولانا مودودی، تفہیم القرآن، جلد 5 (لاہور: اسلامی کتاب گھر، 1985)، صفحہ 209۔

Mawlānā Mawdūdī, *Tafhīm al-Qur'ān*, vol. 5 (Lahore: Islāmī Kitāb Ghar, 1985), 209.

[26] مولانا عبدالکریم کیلانی، تیسیر القرآن، جلد 4 (لاہور: مفتی محمد تقی عثمانی، 1998)، صفحہ 322۔

Mawlānā ʿAbd al-Karīm Kīlānī, *Taysīr al-Qur'ān*, vol. 4 (Lahore: Muftī Muḥammad Taqī ʿUsmānī, 1998), 322.

[27] ۔الزخرف: ۱۶/۴۳، ۱۹

Surah al-Zukhruf 43:16, 19.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

بیٹیاں ناپسندیدہ ہوں اور خالق کو انہی صفات سے متصف کیا جائے جو کہ مخلوق کے لیے ناپسندیدہ ہوں۔اسی طرح انہوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بنایا دیا تو ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اس وقت موجود تھے اور وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں تاکہ ان کی گواہی کو لکھ دیا جائے اور بعد میں ان سے بات پر تفتیش کی جائے، پھر کہا گیا کہ یہ سب اللہ کی مخلوقات ہیں تو اللہ کو اولاد کی کیا ضرورت ہے۔[28]

فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ[29].

ان سے دریافت کیجئے! کہ کیا آپ کے رب کی تو بیٹیاں ہیں اور ان کے بیٹے ہیں؟ یا یہ اس وقت موجود تھے جبکہ ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا۔

نظریہ حیات وموت

ہر قوم اور ہر مذہب کے ہاں حیات وموت کے مختلف قسم کے نظریات پائے جاتے ہیں، جس پر پورے مذہب کی بنیاد ہوتی ہے، عقلی طور پر ہر انسان اس بات کو مانتا ہے کہ ہر انسان نے ایک دن ضرور اس دنیا فانی سے چلے جانا ہے،اس موت سے بچنے کے لیے انسان کے پاس کوئی توڑ نہیں،اسی لیے ہر کوئی اس کے سامنے بے بس ہے۔مگر مرنے کے بعد جی اٹھنے کو انسانی عقل تسلیم نہیں کرتی کیونکہ یہ انسانی عقل کی حدود سے باہر کی بات ہے۔مختلف مذاہب میں مر کر جی اٹھنے میں الگ الگ نظریات ہیں۔جہاں تک عرب کی بات ہے تو عرب مر کر جی اٹھنے کو کسی صورت قبول نہیں کرتے تھے جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ عقلا اس کو ممکن نہیں سمجھتے تھے۔جیسا کہ قرآن میں ان کے اس نظریے کو بیان کیا گیا ہے۔

قَالَ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ[30]۔

کہتا ہے کہ :ان ہڈیوں کو کون زندگی دے گا جبکہ وہ گل چکی ہوں گی؟

کسی بھی چیز کو پہلی دفعہ پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے جبکہ دوسری دفعہ وہ کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔یہاں کفار کا سوال ہے کہ کون ہماری ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرے گا جبکہ وہ بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کے اس سوال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ وہی ذات ہے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا کیونکہ کسی بھی چیز کا اعادہ کرنا آسان ہوتا ہے۔اس آیات سے ہمیں قیاس کی دلیل بھی ملتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلی زندگی کو دوسری زندگی پر قیاس کیا ہے۔[31]

اس بات کو ہم اپنی روز مرہ زندگی سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک کام کو جب دوسری دفعہ انجام دیا جائے تو وہ نہایت ہی آسان ہو جاتا ہے اور پہلے سے بھی زیادہ اچھا ہوتا ہے مثلا پہلی دفعہ جس نے ٹیلی فون ایجاد کیا تو اس نے بہت زیادہ محنت کی مگر اس کے باوجود اس میں کافی کمی باقی رہ گئی، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کام میں بہتری آتی گئی حتی انسان نے ٹیلی فون کی جگہ موبائل فون ایجاد کر لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس میں اتنی ترقی آگئی جو کہ انسان نے کبھی تصور بھی نہیں کی تھی۔اسی طرح کا معاملہ زندگی کے ہر معاملے میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔یہ بات تو تھی ہمارے ناقص علم کی جبکہ اللہ کا علم تو کامل اور مکمل ہے اس نے تو صرف کن کہنا ہوتا ہے تو فورا ہی مطوبہ کام ہو جاتا ہے۔

وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ[32]۔

---

[28] غلام رسول سعیدی،*تبیان القرآن*، جلد10(لاہور:فرید بک اسٹال،2012)،صفحہ665۔
Ghulām Rasūl Saʿīdī, *Tibyān al-Qur'ān*, vol. 10 (Lahore: Fareed Book Stall, 2012), 665

[29] :الصافات:۳۷/۱۴۹،۱۵۰

Surah al-Ṣāffāt 37:149, 150.

[30] ۔یسین:۳۶/۷۸

Surah Yāsīn 36:78.

[31] احمد بن علی الجصاص،احکام القرآن، جلد5(بیروت:داراحیاءالتراث العربی،1992)،صفحہ251۔
Aḥmad ibn ʿAlī al-Jaṣṣāṣ, *Aḥkām al-Qur'ān*, vol. 5 (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1992), 251.

یہ تو یوں کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیوی زندگی ہے اور ہم مر کر دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے۔

مشرکین کا ایک اور بڑی گمراہی یہ تھی کہ وہ اللہ کی ذات کے ساتھ ساتھ قیامت پر بھی یقین نہیں رکھتے تھے انہیں یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی تھی کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے۔ چنانچہ جس دن یہ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ چکھو اس کا عذاب جس کا تم انکار کرتے تھے تو وہ کہیں گے کہ ہم نے تو اس دن کی بالکل بھی تیاری نہیں کی تھی، اس دن نہ ہی ان کے مددگار کام آئیں گے اور نہ ہی کچھ اور۔[33]

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ‌ۙ لَا يَبۡعَثُ اللّٰهُ مَنۡ يَّمُوۡتُ‌ؕ بَلٰى وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا وَّ لٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ.[34]

اور ان لوگوں نے بڑا زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھائی ہیں کہ جو لوگ مر جاتے ہیں،
اللہ ان کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔ بھلا کیوں نہیں کرے گا؟ یہ تو ایک وعدہ ہے
جسے سچا کرنے کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

کافر کیونکہ قیامت پر اور مر کر جی اٹھنے پر یقین نہیں رکھتے تھے اسی لیے وہ ایک دوسرے کو اس بات پر قائل کرنے کی پوری کوشش کرتے تھے جس کے لیے وہ تاکیدی قسمیں بھی کھاتے تھے، مگر اللہ تعالی نے کئی مقامات پر صریح الفاظ میں یہ کہہ دیا ہے کہ قیامت ہر صورت میں آئے گی اور لوگوں کے ان اعمال کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا جس میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ چنانچہ کوئی چیز ایسی نہیں کہ جو اللہ کو عاجز کر سکے اور اس کا فیصلہ نافذ ہو کر رہے گا۔[35]

وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِيۡدًا.[36]

اور یہ کہتے ہیں کہ: کیا جب ہمارا وجود ہڈیوں میں تبدیل ہو کر چورا چورا ہو جائے گا تو بھلا کیا اس وقت ہمیں نئے سرے
سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟

یہ لوگ یہ سوال کرتے تھے کہ جب ہم مر کر مٹی بن جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، اصل میں یہ سوال وہ اس لیے کرتے کہ ان کے نزدیک انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ناممکن ہے، مشرکین کے اس اعتراض کو قرآن میں کافی مقامات پر ذکر کیا گیا ہے اور اس کا تسلی بخش جواب بھی دیا گیا ہے، اسی طرح بعض احادیث میں بھی ان کے اس عقیدے کا جواب دیا گیا ہے۔ جس کی عقلی دلیل قرآن میں یہ دی گئی ہے کہ جس اللہ نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا ہے تو کیا وہ دوسری دفعہ پیدا کرنے پر قادر نہیں کیونکہ کسی بھی چیز کو پہلی دفعہ بنانے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر جب ایک دفعہ کوئی چیز کامیابی کے ساتھ بن جائے تو پھر اگلی دفعہ وہ چیز بنانا آسان ہو جاتا ہے اور اس میں جدت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر ہم اپنی روزمرہ زندگی کا مطالعہ کر لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ انسان جب ایک ٹیکنالوجی ایجاد کر لیتا ہے تو اگلی دفعہ اس میں آسانی کے ساتھ جدید فیچر متعارف کرائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اگر انسان ایک دفعہ کوئی چیز بنا کر دوسری دفعہ اس کو آسانی کے ساتھ بنا لیتا ہے تو کیا اللہ تعالی کی ذات

---

[32]۔الانعام: ۲۹/۶

Surah al-Anʿām 6:29.

[33]مولانا اصلاحی تدبر قرآن، جلد 3 (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 2005)، صفحہ 38

Mawlānā Iṣlāḥī, *Tadabbur-e-Qur'ān*, vol. 3 (Lahore: Fārān Foundation, 2005), 38.

[34]۔النحل: ۳۸/۱۶

Surah al-Naḥl 16:38.

[35]۔ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، مترجم: مولانا محمد جوناگڑھی، مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۳، اردو بازار، لاہور، ج ۳، ص ۳٤

Ibn Kathīr, *Tafsīr Ibn Kathīr*, trans. Mawlānā Muḥammad Junāgarhī (Lahore: Maktabah Qudūsiyyah, 2003), vol. 3, 34.

[36]۔الاسراء: ۴۹/۱۷

Surah al-Isrāʾ 17:49.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جس نے انسان کو پیدا کیا، عقل دیا جس کی وجہ سے اس نے اپنی سہولت کے لیے کئی ایجادات کیں ہیں تو کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ انسان کو لفظ کن سے دوبارہ زندہ کر دے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوبارہ زندہ کرنے کے بعد اس کو جزاء وسزا دینے کے بعد ہمیشہ کے لیے زندگی دے گا اور موت کو ختم کر دے گا، حالانکہ یہ دونوں باتیں انسانی ذہن اتنی آسانی سے قبول نہیں کرتا۔

نکاح

شریف قبائل میں تو شادی کا وہی رواج تھا جو کہ اسلام میں بھی جائز ہے جس میں والدین لڑکی والوں سے رشتہ طلب کرتے پھر مہر مقرر ہوتا۔ لیکن اس کے علاوہ عرب میں نکاح کے اور بھی کئی طریقے رائج تھے جو کہ ان کی اخلاقی پستی کا منہ بولتا ثبوت ہیں ان میں سے چند نکاح کو یہاں بیان کیا جائے گا۔

عرب میں نکاح کی مروجہ صورتیں

1. منکوحہ عورت جب ایام حیض سے فارغ ہو جاتی تو اس کا خاوند کسی شجاع یا سخی آدمی کی طرف اس کو بھیج دیتا جو کہ اس سے ہم بستری کرتا۔اس سے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جب کسی شجاع کا نطفہ اندر جائے گا تو پیدا ہونے والا بچہ بھی شجاع ہو گا۔
2. دوسرا طریقہ یہ تھا کہ آٹھ یا نو آدمی ایک عورت کے پاس جاتے اس کی رضا سے اس سے ہم بستری کرتے اور اگر حمل ٹھہر جاتا تو جب بچہ پیدا ہوتا تو وہ ان سب کو بلا کر بتاتی تھی کہ یہ بچہ فلاں کا ہے جس پر وہ اس سے انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر بچی پیدا ہو جاتی تو پھر وہ نہ کسی کو بلاتی اور نہ ہی کسی کی طرف اس کی نسبت کرتی تھی۔
3. ایک اور طریقہ یہ تھا کہ بدکار عورتیں اپنے گھروں کے اوپر جھنڈے لگاتی تھیں، تو ان کے دروازے تمام لوگوں کے لیے کھلے ہوتے تھے اور جب بچہ پیدا ہو جاتا تو قیافہ شناس کو بلا کر اس کی کسی کی طرف نسبت کر دی جاتی۔ یہ عورتیں زیادہ تر وہ ہوتیں جن کے مالک ان کو خرید کر ان سے زنا کراتے تھے۔
4. ایک اور نکاح پوشیدہ نکاح تھا جس میں چھپ کر بدکاری کی جاتی تھی۔
5. ایک نکاح متعہ بھی تھا جس میں گواہوں کے بغیر عورت اور مرد مقرر کردہ وقت کے لیے میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے تھے۔
6. ایک اور نکاح بدل تھا جس میں ایک مرد اپنی بیوی کسی کے پاس بھیجتا تھا اور بدلے میں وہ اپنی بیوی اس مرد کے سپرد کر دیتا۔
7. نکاح شغار کا ذکر بھی ملتا ہے جس میں کوئی مرد اپنی بیٹی یا بہن اس شرط پر کسی کے نکاح میں دیتا کہ وہ بدلے میں اپنی بہن، بیٹی دے گا اور یہ دونوں ایک دوسرے کا حق مہر قرار پاتیں۔[37]

چنانچہ عرب میں مختلف قسم کے نکاح پائے جاتے تھے جن میں سے ایک نکاح کا نام استبضاع تھا۔اس نکاح کی صورت یہ تھی کہ جب عورت حیض سے پاک ہو جاتی تو اس کا شوہر کہتا کہ فلاں سردار کے پاس چلی جاؤ، چنانچہ یہ اس سے ہم بستری کرتی اور اس کو حمل ہو جاتا۔اس نکاح کا اہم مقصد یہ تھا کہ عمدہ قسم کے انسان سے عورت ہم بستری کرے اور عمدہ قسم کا بچہ پیدا ہو۔اسی طرح ایک نکاح بدال بھی تھا جس میں ایک مرد اپنی عورت کو دوسرے کے لیے چھوڑ دیتا اور وہ اپنی بیوی کو اس کے لیے چھوڑ دیتا جس کو عام زبان میں تبادلہ بھی کہا جا سکتا ہے۔اسی طرح ایک نکاح شغار بھی تھا جس میں ایک بندہ اپنی بہن، بیٹی کسی کے نکاح میں دیتا اور دوسرا اپنی بہن بیٹی اس کے نکاح میں اور ان دونوں کا حق مہر مقرر نہ ہوتا بلکہ یہ دونوں عورتیں ایک دوسرے کی حق مہر ہوتیں۔

مصیبت میں اللہ کو پکارنا

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ[38]۔

---

[37] ضیاء النبی کرم شاہ، ضیاء النبی، جلد 1 (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 1990)، صفحہ 359۔
Ḍiyāʾ al-Nabī Karam Shāh, *Ḍiyāʾ al-Nabī*, vol. 1 (Lahore: Maktabah Islāmiyyah, 1990), 359.

[38] ۔عنکبوت: ۲۹/۶۵
Surah al-ʿAnkabūt 29:65.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

چنانچہ جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو اس طرح پکارتے ہیں کہ ان کا اعتقاد خالص اسی پر ہوتا ہے۔ پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو فوراً شرک کرنے لگتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی ان پر کوئی بھی مشکل آتی تو وہ اپنے بتوں کو چھوڑ کر اللہ کو پکارتے تھے کہ صرف اللہ ہی کی ذات ان کو اس مشکل گھڑی سے نکال سکتی ہے مگر جب ان سے وہ مشکل ختم ہو جاتی تو وہ پھر اپنے جھوٹے بتوں کی طرف پلٹ جاتے تھے۔ عکرمہ کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ سمندروں میں سفر کرتے تو اپنے بتوں کو اپنے ساتھ رکھتے مگر جب طوفان آتا تو یہ اپنے بتوں کو پھینک دیتے اور اللہ کو پکارتے اور کہتے کہ اے اللہ اس سے نجات دے تو ہم صرف تیری ہی عبادت کریں گے مگر جب وہ اس نجات پا لیتے تو اپنے بتوں کی طرف لوٹ جاتے۔[39]

بچیوں کو زندہ درگور کرنا

عرب کی دیگر برائیوں کے ساتھ ایک سفاکیت اور سنگ دلی یہ بھی تھی کہ وہ اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے، اور پھر اس پر فخر کیا جاتا تھا۔ جب بچی چند سال کی ہو جاتی تو اسے نہلا دھلا کر اور خوبصورت کپڑے پہنا کر جنگل کی طرف لے جایا جاتا اور اس کو ایک گڑھا کھود کر زندہ دفن کر دیا جاتا۔ اس بری رسم میں عرب کے تقریبا تمام قبائل شریک تھے مگر بنو تمیم میں اس کا رواج بہت زیادہ تھا۔ اس رسم کی مختلف وجوہات بیان کی جاتی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ کہیں یہ لڑکی بڑی ہو کر زنا کا ارتکاب نہ کرے جس سے پورے قبیلے کی بدنامی ہو۔ اس کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بنو تمیم پر حیرہ کے بادشاہ نے ٹیکس لگایا مگر انہوں نے یہ ادا کرنے سے انکار کر دیا جس پر اس نے حملہ کیا اور مویشی اور عورتوں کو پکڑ کر لے گئے تو بنو تمیم نے اپنا ایک وفد روانہ کیا تا کہ اپنے قیدی واپس لائیں تو حیرہ کے بادشاہ نعمان نے کہا کہ عورتوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے سابقہ خاندان کے پاس واپس جانا چاہیں یا سپاہیوں میں تقسیم ہو جائیں تو اس پر ایک عورت جو کہ قیس بن عاصم کی بیٹی تھی نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر قیس بن عاصم نے نذر مان لی کہ اس کے ہاں اگر بچی پیدا ہوئی تو وہ اس کو زندہ دفن کرے گا، پھر اس کو تیرہ لڑکیاں پیدا ہوئیں تو اس نے ان سب کو زندہ دفن کیا۔

بچیوں کو زندہ دفن کرنے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ اگر بچی کی آنکھیں نیلی ہوتیں یا اس کا رنگ سیاہ ہوتا یا اس پر برص کے سفید داغ ہوتے تو اس کو زندہ دفن کر دیا جاتا۔ سوداء بنت زہرہ بن کلاب جب پیدا ہوئی تو اس کی آنکھیں نیلی اور رنگت سیاہ تھی، تو اس نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ اس کو زندہ دفن کر کے آئے مگر جب وہ اس کو دفن کرنے کے لیے گڑھا کھودا تو اس نے ایک آواز سنی کہ اس بچی کو دفن مت کرو بلکہ اس کو کھلے میدان میں چھوڑ دیں، جب اس نے ادھر ادھر دیکھا تو کوئی دکھائی نہ دیا، پھر دوسری مرتبہ یہی آواز سنی تو بچی کو واپس اس کے باپ کے پاس لے گیا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ جس پر اس کے والد نے کہا کہ یقیناً آئندہ چل کر اس کی بڑی شان ہو گی اور اس کو دفن کرنے کا ارادہ ترک کر دیا، بعد میں یہ عورت قریش کی کاہنہ بنی۔[40]

عصر حاضر میں حنیفیت کا اطلاق

حنیفیت اور دین حنیف کے تمام پہلو واضح کرنے کے بعد اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج کے دور میں بھی حنیفیت کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آج کے دور میں دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے لیکن اس کے باوجود ایشیا، افریقہ اور دیگر براعظموں میں کچھ ایسے گاؤں اور دیہات موجود ہیں کہ جو دنیا سے بالکل الگ تھلگ ہیں، ان لوگوں تک حق کی دعوت پہنچانا بھی بہت مشکل ہے تو ایسی حالت میں وہ کیا کریں؟

اس بات کا جواب واضح ہے کہ اللہ تعالی نے ہر انسان میں ایسی صفات رکھی ہیں کہ وہ اس دنیا میں آنے کے بعد اس دنیا کے خالق و مالک کے بارے سوال کرتا ہے کہ وہ کون ہستی ہے کہ جس نے اس دنیا کو پیدا کیا، اس میں زمین و آسمان اور پہاڑ پیدا کیے، اسی طرح اس کے دل میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون ہے کہ جس نے مجھے پیدا کیا تو اس کے لیے انسان غور و فکر کرتا ہے اور حق تک پہنچ جاتا ہے۔ انسان کی اپنی ذات میں ایسی ایسی نشانیاں ہیں کہ جو اس کو اس کے خالق کا پتہ دیتی ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ

---

[39] محمد بن علی بغوی، معالم التنزیل، جلد 3 (لاہور: ناشر کا نام، اشاعت کا سال)، صفحہ 408

Muḥammad ibn ʿAlī al-Baghawī, *Maʿālim al-Tanzīl*, vol. 3 (Lahore: Publisher Name, Year of Publication), 408.

[40] ضیاء النبی کرم شاہ، ضیاء النبی، جلد 1 (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 1990)، صفحات 361-363۔

Ḍiyāʾ al-Nabī Karam Shāh, *Ḍiyāʾ al-Nabī*, vol. 1 (Lahore: Maktabah Islāmiyyah, 1990), 361

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

(وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ)[41]۔

اور خود تمہاری ذات میں بھی، تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔

اسی طرح ہر انسان کو فطری دین پر پیدا کیا گیا ہے اور وہ دین فطرت دین اسلام ہے جس کے بارے میں قرآن وحدیث میں واضح ہے کہ ہر انسان کو دین فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی بنادیتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ

(فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ)[42]۔

تو ہر باطل سے الگ ہو کر اپنا چہرہ اللہ کی اطاعت کیلئے سیدھا رکھو۔ (یہ) اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت (ہے) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کے بنائے ہوئے میں تبدیلی نہ کرنا۔ یہی سیدھا دین ہے مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ

عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "كل مولود يولد على الفطرة، فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه، كمثل البهيمة تنتج البهيمة هل ترى فيها جدعاء"[43]

نبی ﷺ نے فرمایا ہر بچہ کی پیدائش فطرت پر ہوتی ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں بالکل اس طرح جیسے جانور کے بچے صحیح سالم ہوتے ہیں۔ کیا تم نے (پیدائشی طور پر) کوئی ان کے جسم کا حصہ کٹا ہوا دیکھا ہے۔

اسی طرح ہر انسان میں ایک قوت اور طاقت نفس لوامہ کی ہے کہ جو اس کو برے اعمال کرنے اور برائی طرف مائل ہونے پر ملامت کرتی ہے۔ چنانچہ یہ چند ایسی چیزیں کہ جو انسان کو برائی کی طرف جانے سے روکنے کے ساتھ ساتھ اس کو اللہ کی ذات کا مسلسل احساس دلاتی ہیں۔

حنفاء عرب میں سے ایمان لانے والی شخصیات

یہاں ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حنفاء عرب میں سے وہ کون کون سی شخصیات تھیں جنہوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام لائے۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جارہا ہے۔

ان شخصیات میں سب سے نمایاں شخصیت ورقہ بن نوفل کی ہے کہ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ علیہ السلام پر ایمان لائے جیسا کہ ہم تفصیلا بیان کر چکے ہیں کہ جب آپ علیہ السلام پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت خدیجہ آپ کو ورقہ کے پاس لے گئی تو انہوں نے آپ کی گفتگو سننے کے بعد کہا کہ کاش میں اس وقت جوان ہوتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اپنے وطن سے نکالے گی تو میں اس وقت آپ کی ضرور مدد کرتا تو یہ بات ان کے ایمان لانے کی دلیل ہے۔

دوسری بڑی شخصیت عبد المطلب بن ہاشم ہے جو کہ توحید پرست تھے، گزشتہ صفحات میں ہم تفصیلا بیان کر چکے ہیں کہ عبد المطلب کی سیف بن ذی یزن سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کو آنے والے نبی کی پوری نشانیاں بتادیں جس سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ شاید وہ بت پرستی کو ترک کر چکے تھے، مگر یہاں ایک بات یہ بھی ہے

---

[41] ۔الذریات: ۲۱/۵۱

Surah al-Dhāriyāt 51:21.

[42] ۔الروم: ۳۰/۳۰

Surah al-Rūm 30:30.

[43] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین، حدیث نمبر 1385، صفحہ 342، (لاہور: مکتبہ روضۃ الشہدا، 2005)

Imām Bukhārī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Janāʾiz, Bāb: Mā Qīla fī Awlād al-Mushrikīn, ḥadīth no. 1385, 342 (Lahore: Maktabah Rawḍat al-Shuhadāʾ, 2005).

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کہ جب ابو طالب مرنے لگے تو ابو جہل نے اس کو کہا کہ کیا تم عبد المطلب کے دین کو چھوڑ دو گے جس پر انہوں نے کہا کہ نہیں، اس بنیاد پر ان کے ایمان اور بت پرستی کو ترک کرنے میں شبہ پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح سوید بن صامت وہ شخصیت ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے۔ ان شخصیات میں صرمہ بن انس کا شمار بھی انہی میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے جب یہ بوڑھے ہو گئے تو صرمہ مدینہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آئے۔ اسعد بن زرارہ بھی ایمان لانے والوں میں شامل ہوئے، اسی طرح ابو الہیثم بھی جاہلیت میں بت پرستی سے کراہت کرتے تھے اور آپ کی بعثت پر ایمان لائے۔ انہی شخصیات میں نمایاں شخصیت سلمان فارسی کی ہے کہ جنہوں نے حق کی تلاش کے لیے مختلف پادریوں کی خدمت کی حتی غلام بنا لیے گئے، یہاں تک کہ حضور کا پتہ پالیا اور آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے، نابغہ الجعدی بھی وہ شخصیت ہیں کہ انہوں نے جاہلیت کا زمانہ پانے کے بعد بالآخر اسلام قبول کر لیا تھا، جہاں تک بات ابوذر غفاری کی ہے تو انہوں نے حق کی تلاش کے لیے خود مکہ کا سفر کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ سوید بن عامر کے بارے میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ کے سامنے ان کے اشعار پیش کیے گئے تو آپ نے کہا کہ اگر یہ میرا زمانہ پالیتا تو ضرور مسلمان ہوتا۔ انہی شخصیات میں ایک نمایاں شخصیت لبید بن ربیعہ کی بھی ہے، ان کے اشعار سبع معلقات میں بھی ملتے ہیں۔ انہوں نے عہد جاہلی میں مختلف قسم کے اشعار کہے جو کہ حنیفیت پر دلالت کرتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کا اعلان کیا تو یہ ایک وفد کے ساتھ تشریف لائے اور شرف باسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد انہوں نے اشعار کہنے چھوڑ دیے جس کو تفصیلا بیان کیا جا چکا ہے۔

چنانچہ یہ چند وہ لوگ تھے جو کہ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں پایا، ان لوگوں نے جاہلیت میں بت پرستی، مردار کھانے اور دیگر اخلاقی برائیوں کو ترک کیا ہوا تھا مگر جب ان لوگوں نے اسلام کا زمانہ پایا تو آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔

نتائج

1. مشرکین عرب کا دعویٰ حنیفیت محض فریب اور مغالطہ تھا، جو حقیقت سے دور تھا۔
2. ان کا دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توحیدی دین کی اصل تعلیمات سے بالکل مختلف اور مسخ شدہ تھا۔
3. قرآن مجید نے مشرکین کے اس دعوے کو کئی مقامات پر صریحاً رد کیا اور خالص توحید کی طرف رجوع کا حکم دیا۔
4. مشرکین کا شرک، بت پرستی، اور توہمات پر مبنی عقیدہ ابراہیمی دین کی تعلیمات کی نفی کرتا ہے۔
5. اصل حنیفیت خالص توحید، شرک سے مکمل بیزاری، اور اللہ تعالی کی وحدانیت کا اقرار ہے۔
6. تاریخی اور مذہبی شواہد بھی ثابت کرتے ہیں کہ مشرکین عرب کا مذہب ابراہیمی دین نہیں بلکہ ایک تحریف شدہ رسم و رواج تھا۔
7. فکری طور پر مشرکین کا دعویٰ عقلی اور دینی دلائل کی روشنی میں ناقابل قبول ہے۔
8. قرآن وسنت کی روشنی میں مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ خالص توحید کی تعلیم کو سمجھیں اور اس کے دائرے میں رہیں۔
9. اس تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی دعوت نہ صرف ایک مذہب کی اصلاح تھی بلکہ توحید کی حقیقی بازیابی کا ذریعہ بھی تھی۔

سفارشات

1. مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کو گہرائی سے سمجھیں تا کہ خالص توحید کا صحیح فہم حاصل ہو۔
2. تعلیمی اداروں میں مشرکین کے دعویٰ حنیفیت اور اس کے قرآنی وتاریخی نقائص پر مفصل تدریس شامل کی جائے۔
3. علماء کرام اور مدرسین کو چاہیے کہ اس موضوع پر عوام الناس میں آگاہی پھیلائیں تا کہ فکری مغالطوں سے بچا جا سکے۔
4. مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ شرک کی تمام صورتوں سے دور رہیں اور اپنے عقیدے کو خالص رکھیں۔
5. تحقیقی مقالات اور کتابوں کے ذریعے مشرکین کے دعویٰ حنیفیت کی حقیقت پر علمی بحث کو فروغ دیا جائے۔
6. نوجوان نسل کو اسلامی عقیدہ وتوحید کی تعلیم جدید انداز میں دی جائے تا کہ وہ مغالطوں اور فتنوں سے محفوظ رہ سکیں۔
7. میڈیا اور انٹرنیٹ پر اسلامی توحید کی تشریح اور مشرکین کے دعویٰ کی نفی پر مستند مواد فراہم کیا جائے۔

8. فکری اور دینی مکالمے میں اس موضوع کو شامل کر کے مسلمانوں کی فکری بصیرت کو فروغ دیا جائے۔
9. دینی اجتماعات اور دروس میں مشرکین کے دعویٰ حنیفیت کا علمی و منطقی رد شامل کیا جائے۔
10. ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے خالص توحید کے فروغ اور شرک کے انکار میں فعال کردار ادا کرے۔

خلاصہ

اسلام کی آمد سے پہلے عرب معاشرہ فکری انتشار اور شرک کی تاریکیوں میں مبتلا تھا۔ بعض قبائل نے اپنے آپ کو دینِ ابراہیمی کے سچے پیروکار یعنی "حنفاء" قرار دیا اور دعویٰ کیا کہ ان کی عبادات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی اصل نمائندگی کرتی ہیں، جبکہ ان کی شرک پر مبنی رسم ورواج کو محض تقربِ الٰہی سمجھا جاتا تھا۔ قرآن مجید نے اس دعوے کو صریح طور پر رد کیا اور بتایا کہ اصل حنیفیت صرف خالص توحید اور شرک سے مکمل بیزاری ہے۔ مشرکین کا دین نہ تو ابراہیمی تھا اور نہ ہی خالص، بلکہ ایک مسخ شدہ، تحریف شدہ مذہب تھا جو غلط رسم ورواج اور توہمات سے آلودہ تھا۔ اس مضمون میں قرآن، حدیث، تاریخی شواہد اور عربی معاشرتی روایات کی روشنی میں مشرکین کے دعویٔ حنیفیت کی حقیقت کو واضح کیا گیا اور اس کے باطل ہونے کو ثابت کیا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کو اصل توحیدی عقیدے کی پہچان اور اس کی حفاظت کا درس دیا جا سکے۔

صادر و مراجع

1. ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی، معالم التنزیل، جلد 4، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1999
2. امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، جلد 6، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 2006۔
3. غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، جلد 10، لاہور: فرید بک اسٹال، 2012۔
4. امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، جلد 5، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 2005۔
5. عبید اللہ قدسی، تصورات عرب قبل الاسلام، لاہور: اشرف پریس، 2001۔
6. محمد رفیق ڈوگر، الامین، لاہور: دید شنید پبلشرز، 2000۔
7. ڈاکٹر ماجد علی، سیرت خاتم النبیین۔ مکتبہ اسلامیہ، 2011
8. سید سلمان ندوی، سیرۃ النبی، جلد 4، لاہور: مکتبہ ندوی، 2007۔
9. مولانا مودودی، تفہیم القرآن، جلد 5، لاہور: اسلامی کتاب گھر، 1985۔
10. مولانا عبدالکریم کیلانی، تیسیر القرآن، جلد 4، لاہور: مفتی محمد تقی عثمانی، 1998۔
11. احمد بن علی الجصاص، احکام القرآن، جلد 5، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1992۔
12. ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، مترجم: مولانا محمد جوناگڑھی، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، 2003۔
13. ضیاء النبی کرم شاہ، ضیاء النبی، جلد 1، لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 1990۔
14. امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرک۔ 2012

References

1. Abu Muhammad Husayn ibn Mas‘ūd al-Farrā’ al-Baghawī, Maʿālim al-Tanzīl, vol. 4, Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1417 AH.
2. Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Tadabbur-e-Qur’ān, vol. 6, Lahore: Fārān Foundation, 2006.

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

3. Ghulām Rasūl Saʿīdī, Tibyān al-Qur’ān, vol. 10, Lahore: Fareed Book Stall, 2012.
4. Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Tadabbur-e-Qur’ān, vol. 5, Lahore: Fārān Foundation, 2005.
5. ʿUbaydullāh Qudsī, Taṣawwurāt-e-ʿArab Qabl az al-Islām, Lahore: Ashraf Press, 1969.
6. Muḥammad Rafiq Dogar, *Al-Amīn*, Lahore: Deed Shuneed Publishers, 2000.
7. Dr. Mājid ʿAlī, *Sīrat Khātam al-Nabiyyīn*.
8. Sayyid Salmān Nadwī, *Sīrat al-Nabī*, vol. 4, Lahore: Maktabah Nadwī, 2007.
9. Mawlānā Mawdūdī, *Tafhīm al-Qur’ān*, vol. 5, Lahore: Islāmī Kitāb Ghar, 1985.
10. Mawlānā ʿAbd al-Karīm Kīlānī, *Taysīr al-Qur’ān*, vol. 4, Lahore: Muftī Muḥammad Taqī ʿUsmānī, 1998.
11. Aḥmad ibn ʿAlī al-Jaṣṣāṣ, Aḥkām al-Qur’ān, vol. 5, Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1992.
12. Ibn Kathīr, *Tafsīr Ibn Kathīr*, trans. Mawlānā Muḥammad Junāgarhī, Lahore: Maktabah Qudūsiyyah, 2003.
13. Ḍiyāʾ al-Nabī Karam Shāh, Ḍiyāʾ al-Nabī, vol. 1, Lahore: Maktabah Islāmiyyah, 1990.
14. Imām Bukhārī, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Janāʾiz, Bāb Mā Qīla fī Awlād al-Mushrikīn.